

ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 04 No. 02. October-December 2025.Page# 5237-5245
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Refutation of the Divinity of Prophet Jesus (PBUH) in Tafsir-e-Thana'i: A Research Study

تفسیر ثنائی میں ردّ الوہیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام: ایک تحقیقی مطالعہ

Fayyaz Ahmad
Phd Scholar, Islamic Studies Department, Alhamd Islamic University, Islamabad
Dr Muhammad Shah Faisal
Assistant Professor, Islamic Studies Department, Alhamd Islamic University, Islamabad
Shahfaisal957@gmail.com

ABSTRACT
In Christianity, beliefs such as the divinity of Prophet Jesus (peace be upon him), the Trinity, and divine sonship hold fundamental importance regarding his status and position. However, according to Islamic teachings, Prophet Jesus (peace be upon him) is a chosen Messenger of Allah, His Word, and His servant. Tafsir-e-Thana'i examines the interpretation of those Quranic verses in which the humanity and prophethood of Prophet Jesus (peace be upon him), his miracles, and his extraordinary birth are presented as signs of the power of Allah Almighty. The purpose of this research is to explain how the commentator of Tafsir-e-Thana'i refutes the concept of the divinity of Prophet Jesus (peace be upon him) in the light of Quranic verses and how he provides scholarly and rational arguments in support of the fundamental Islamic belief in monotheism. In this regard, an analytical study has been conducted of the Christian doctrine of the Trinity, the miraculous birth of Prophet Jesus (peace be upon him), his miracles, and Quranic arguments concerning his relationship with Allah Almighty. The research also examines the exegetical approach, scholarly arguments, and comparative discussions to clarify the various dimensions of the subject. This study establishes that the greatness and eminence of Prophet Jesus (peace be upon him) lie in his prophethood and messengership rather than divinity. The fundamental message of the Holy Quran is the Oneness of Allah Almighty and belief in the servitude and messengership of all Prophets (peace be upon them).

Keywords: *Tafsir-e-Thana'i, Prophet Jesus, Refutation of Divinity, Doctrine of the Trinity, Monotheism, Prophethood and Messengership, Quranic Argumentation.*

قرآنِ کریم میں مختلف مقامات پر عیسیٰ علیہ السلام کو "کلمۃُ اللہ" اور "روحُ اللہ" کہا گیا ہے۔ عیسائی اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اللہ کا "کلمہ" چونکہ ازلی ہوتا ہے اور مخلوق نہیں ہوتا، اسی طرح "روحُ اللہ" کو وہ اللہ کی اپنی حیات قرار دیتے ہیں جو ازلی ہے، لہٰذا ان کے نزدیک مسیح بھی ازلی و ابدی ٹھہرتے ہیں، اور یہ صفت صرف خدا کے لیے خاص ہے۔ یہ دلیل کوئی نئی بات نہیں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی نجران کے عیسائیوں نے اسی نوعیت کا سوال اٹھایا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ کیا آپ عیسیٰ علیہ السلام کو "کلمۃُ اللہ" اور "روحُ اللہ" نہیں مانتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، ہم یہ مانتے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر ہمارے لیے یہی بات کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی:

هُوالَّذِی أَنزَلَ عَلَیكَ الكِتٰبَ مِنهُ اٰیٰتٌ مُحكَمٰتٌ هُنَّ أُمُّ الكِتٰبِ وَأُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَأَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِم زَیغٌ فَیَتَّبِعُونَ مَاتَشٰبَهَ مِنهُ ابتِغَاءَ الفِتنَةِ وَابتِغَاءَ تَأوِیلِهِ وَمَایَعلَمُ تَأوِیلَهُ إِلَّااللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلمِ-[1]

"اللہ ہے، جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اِس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں: ایک محکمات، جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات، جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے، وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور اُن کو من گھڑت معنٰی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں، حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا بخلاف اِس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا اُن پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانش مند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔"

ایسا متشابہ لفظ جس کے کئی معانی (تعبیرات) ہو سکیں تو اس کا حقیقی مصداق اور اصلی مطلب لینے کے لیے اس کلام (قرآن) اور صاحبِ کلام (شارح یعنی محمد ﷺ) کی طرف رجوع کیا جائے گا اور یہی اُصول تمام لوگوں کے ہاں تسلیم شدہ ہے۔ مسلمان، مسیحی اور دیگر مذاہب کے ماننے والے اس اُصول کو مد نظر رکھیں تو بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ ان دونوں الفاظ کو اسلامی مصادر (قرآن وحدیث) کے مطابق سمجھنا چاہیے۔ کیا یہ اعتراض باقی رہتا ہے کہ عیسائیوں نے جناب مسیح علیہ السلام کو تثلیث کا ایک رکن (اُقنوم) اور ابن اللہ قرار دینے کے لیے قرانی الفاظ سے استدلال کیا، وہ اگر ان کے سیاق وسباق کو پڑھ لیتے تو اس گمراہی میں مبتلا نہ ہوتے، قرآنِ مجید کی ان تصریحات کے بعد تفسیر حقانی، تفسیر ثنائی، اور تفہیم القران کی روشنی میں حضرت مسیحؑ کی الوہیت کے تصور کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ ان منتخب تفاسیر کے مصنفین نے عیسیٰؑ کی الوہیت کی نفی کن دلائل اور بنیادوں پر کی ہے۔

الوہیتِ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رد اور تفسیر ثنائی

مولانا ثناءاللہ امر تسریؒ سورہ اٰل عمران کی شروع کی آیات إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ[2] کی تفسیر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی الوہیت کے عیسائی عقیدے کا رد کرتے ہوئے ان آیات کا شانِ نزول بیان کرتے ہیں کہ نجران کے شہر سے قریباً ساٹھ عیسائی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے کہ ہم تو مسلمان ہی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تک تم اللہ تعالٰی کے لیے بیٹے کا عقیدہ، صلیب کی عبادت اور خنزیر کھانا چھوڑ نہ دو، مسلمان نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد الوہیت عیسٰی علیہ السلام پر گفتگو ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اولاد والد کے مشابہ ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایسا ہی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا :اللہ ہمارا مالک ہے، ہمیشہ سے زندہ ہے اور رہے گا جبکہ مسیح علیہ السلام فنا ہو جائیں گے، ہمارا خدا آسمان وزمین کی سب اشیاء کو جانتا ہے جبکہ مسیح علیہ السلام صرف وہی جانتے ہیں جو انکو اللہ کی طرف سے بتایا گیا ہے۔ کیا تمہیں یہ خبر نہیں کہ مسیح کو اس کی ماں نے دیگر عورتوں کی طرح حمل کے بعد جنم دیا؟ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے[3]۔

مولانا ثناءاللہ امر تسریؒ سورۂ آلِ عمران کی آیت "ماکان لبشر" کی تفسیر کرتے ہوئے عیسائیوں کے حضرت عیسیٰؑ سے متعلق تصورِ الوہیت کی تردید کرتے ہیں۔ عیسائیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تثلیث اور مسیح کی الوہیت کی تعلیم خود حضرت عیسیٰؑ نے دی۔ اس دعوے کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ۔

سورہ کے آغاز سے ہی جس غیر معقول (عقلاً ونقلاً) مضمون کے ذریعے عیسائی عقیدۂ الوہیتِ مسیح کی تمہید باندھی گئی تھی، یہاں اس کی واضح تردید کر دی گئی ہے۔ دراصل انبیاء کے خاندانوں کا ذکر تمہید کے طور پر لایا گیا، جبکہ اصل مقصود یہ بتانا تھا کہ مسیحؑ کی الوہیت کا عقیدہ باطل ہے۔ اس ضمن میں مولانا امر تسریؒ نے قرآنی دلائل پیش کیے ہیں، تاہم ان دلائل کے بیان سے پہلے انہوں نے عیسائیوں کے اس عقیدے کو بھی واضح کیا ہے، جسے وہ نجات کا بنیادی ذریعہ سمجھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کی مشہور کتاب "دعائے عمیم" میں مقدس اتھانا سیس کا مسلمہ عقیدہ یوں لکھا ہے کہ جو کوئی نجات چاہتا ہو اس کو سب باتوں سے پہلے لازم ہے کہ عقیدہ جامعہ رکھے۔ اس عقیدہ کو جو کوئی کامل اور بے داغ نگاہ نہ رکھے وہ بیشک عذاب ابدی میں پڑے گا[4]۔ اور ان کا عقیدہ جامعہ یہ ہے کہ

"ہم تثلیث میں واحد خدا کی اور توحید میں تثلیث کی پرستش کریں۔ نہ اقانیم کو ملائیں نہ ماہیت کو تقسیم کریں کیونکہ باپ ایک اقنوم، بیٹا ایک اقنوم اور روح القدس ایک اقنوم ہے۔ مگر باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جیسا باپ ہے ویسا بیٹا اور ویسا ہی روح القدس ہے باپ، بیٹا اور روح القدس سب غیر مخلوق، غیر محدود اور ازلی ہیں۔ تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی ہے۔ اسی طرح تین غیر محدود نہیں اور نہ تین غیر مخلوق بلکہ ایک غیر مخلوق اور ایک غیر محدود ہے۔ اسی طرح تینوں قادر مطلق ہیں اور اس میں بھی تینوں قادر مطلق نہیں بلکہ ایک قادر مطلق ہے۔ اسی طرح تینوں خدا ہیں اور تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہے۔ اسی طرح تینوں خداوند ہیں اور تین خداوند نہیں بلکہ ایک ہی خداوند ہے"[5]۔

مولانا ثناءاللہ امر تسریؒ عیسائیوں کے ایک مشہور پادری گروگھنٹال فنڈر کے بیان کو نقل کرتے ہیں:

"ایمانداروں (عیسائیوں) پر لازم اور واجب ہے کہ جیسا باپ اور بیٹے پر ویسا ہی روح القدس پر ایمان لا کر اس کی عبادت اور بندگی کریں اور عنایت اور نعمت کی امید اس سے رکھیں"[6]

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ باپ، بیٹا اور روح القدس ان تینوں میں سے ہر ایک کو مستقل طور پر خدا اور معبود مانا جاتا ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس پر عیسائی اپنے دلائل قائم کرتے ہیں۔

عیسائیوں کا کہنا ہے کہ انجیل، تورات اور دیگر انبیاء کی کتابوں کے علاوہ کائنات کے نظام کے ہر پہلو سے تثلیث اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کے مطابق تورات میں اس عقیدے کی طرف اشارے موجود ہیں[7] جبکہا نجیل میں اس کی کھلی وضاحت ملتی ہے۔ مولانا امرتسریؒ نے یہاں انہی کے اپنے الفاظ میں ان کے بیانات نقل کیے ہیں۔ مفتاح الاسرار کے مصنف پادری فنڈر، جنہیں ہندوستان میں عیسائیوں کے بڑے مناظر مانا جاتا تھا، اپنے رسالے میں اس طرح بیان کرتے ہیں :

"مسیح نے خدا کی ذات وصفات اور لفظِ خدا کو بھی اپنے ساتھ منسوب کیا ہے۔ آیات سے ظاہر ہے کہ وہ اس معنٰی میں خدا کا بیٹا نہیں ہے جن معنی میں متقی پرہیز گار، ایماندار لوگ خدا کے فرزند کہے جاتے ہیں بلکہ اس معنی میں خدا کا بیٹا ہے کہ صفات اور ذات میں خدا کے برابر ہے۔ پرہیز گار اور ایمان دار لوگ تو اپنے ایمان کی جہت سے خدا کے بیٹے ہیں لیکن یہ وحدت ذات کی نسبت خدا کا بیٹا ہے۔ چنانچہ مسیح علیہ السلام نے اپنی الوہیت کا اشارہ کر کے یہودیوں سے فرمایا ہے کہ تم پستی سے ہو اور میں بلندی سے ہوں تم اس جہان کے ہو میں اس جہاں کا نہیں ہوں"[8]۔

اور فرمایا ہے کہ میں ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر ہوں۔ اور کہا ہے:

"اے باپ اب تو مجھے اپنے ساتھ اس جلال سے جو میں دنیا کی پیدائش سے پیشتر سے تیرے ساتھ رکھتا تھا بزرگی دے"۔[9]

ان آیات میں حضرت عیسیٰؑ خود واضح کرتے ہیں کہ وہ آسمان سے نازل ہوئے ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ سے بھی پہلے بلکہ پوری کائنات کی تخلیق سے قبل موجود تھے، اور وہی اول و آخر ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ وہ قدیم اور ازلی ہیں۔ مزید ایک مقام پر انہوں نے فرمایا:

"میرے باپ نے سب کچھ مجھے سونپا، اور بیٹے کو کوئی نہیں جانتا سوائے باپ کے، اور باپ کو کوئی نہیں جانتا سوائے بیٹے کے۔ اور وہ جس پر بیٹا اسے ظاہر کیا چاہتا ہے۔ یعنی بیٹا کاشف ذات ہے"[10]۔

اپنے شاگردوں سے کہا کہ

"آسمان اور زمین کا سارا اختیار مجھے دیا گیا لیکن انسانیت کی نسبت تو یہ سب اختیار اسے دیا گیا تھا اور الوہیت کی رو سے وہ اس حکومت کے لائق تھا"[11]۔

ایک مقام پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح باپ مردوں کو زندہ کرتا ہے، اسی طرح بیٹا بھی جسے چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے۔ اور باپ خود کسی پر فیصلہ نہیں کرتا بلکہ اس نے تمام عدالت کا اختیار بیٹے کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ بات کوئی حیرت کی نہیں، کیونکہ وہ وقت آنے والا ہے جب تمام قبروں والے اس کی آواز سنیں گے، اور جنہوں نے نیکی کی ہوگی وہ قیامت کے لیے زندگی پائیں گے۔ ان بیانات سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ مسیحؑ نے قدرت اور علم کی صفات کو اپنے ساتھ منسوب کیا ہے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ جو کام باپ کرتا ہے وہی میں بھی کرتا ہوں، اور آسمان وزمین کی تمام قدرت مجھے دی گئی ہے۔ اسی طرح وہ خود کو قیامت کے دن کا حاکم اور تمام امور سے واقف ظاہر کرتے ہیں۔

اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ مسیحؑ نے اپنے علم اور قدرت کا اظہار کیا ہے، کیونکہ وہ وہی کام انجام دیتے ہیں جو خدا کے ساتھ خاص سمجھے جاتے ہیں۔ اور جسے پوری کائنات پر اختیار حاصل ہو اور جو قیامت کے دن سب کا فیصلہ کرے، اس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ کامل قدرت اور علم کا حامل ہے۔ اس طرح ان آیات سے ان کی الوہیت کی طرف اشارہ لیا جاتا ہے[12]۔ ایک مقام پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے اپنی الوہیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جہاں دو یا تین لوگ میرے نام پر جمع ہوں، وہاں میں ان کے درمیان موجود ہوتا ہوں[13]۔

اسی طرح اپنے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت جب انہوں نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ وہ پوری دنیا میں جا کر میرا پیغام پہنچائیں اور لوگوں کو تعلیم دیں، تو ساتھ یہ فرمایا کہ دیکھو میں زمانے کے آخر تک ہر دن تمہارے ساتھ ہوں[14]۔ اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کیہ معیت جسمانی نہیں بلکہ روحانی نوعیت کی ہے۔ اور یہ وعدہ صرف کسی ایک شخص کے لیے نہیں بلکہ تمام شاگردوں اور ایمان والوں کے لیے کیا گیا ہے۔ اس بنا پر یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ ان اقوال میں حضرت مسیحؑ نے اپنی "حاضریت" کی صفت کو اپنے ساتھ منسوب کیا ہے۔ ان آیات کا مجموعی خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے خدائی صفات اور اوصاف کو اپنے ساتھ اس انداز میں منسوب کیا ہے کہ ان کی تاویل یا انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ بعد والی آیات میں یہ بات اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو الٰہی ذات کے ساتھ منسوب اور موصوف ظاہر کیا ہے۔ مزید تفصیلات آگے کے بیانات میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ جس طرح باقی جگہوں پہ اقوال ہیں:

"میں اور باپ ایک ہیں"[15]

ایک جگہ مزید اسی طرح کہ

"قیامت اور زندگی میں ہوں"[16]

یوحنا کی ایک عبارت یہ بھی ہے:

"مسیح نے فیلبوس کو فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا ہے اس نے باپ کو دیکھا ہے، اور تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا؟ کیا تو یقین نہیں کرتا کہ 'میں باپ ہوں اور باپ مجھ میں ہے، یہ باتیں جو میں تمہیں کہتا ہوں آپ سے نہیں کہتا بلکہ باپ جو مجھ میں رہتا ہے وہ یہ کام کرتا ہے"[17]۔

مسیحؑ نے ان آیات میں جس وحدانیت کو اپنے ساتھ منسوب کیا ہے اور جس بنا پر وہ باپ یعنی خدا کے ساتھ ذات میں ایک قرار دیے جاتے ہیں، اسی کے تحت انہوں نے ہم انسانوں پر یہ لازم قرار دیا کہ جس طرح ہم باپ کو مانتے ہیں، اسی طرح ان پر بھی ایمان لائیں اور ان کی عبادت و بندگی کریں۔ جیسا کہ لکھا ہے:

"تم نے فرمایا کہ سب جس طرح باپ کی عزت کرتے ہیں بیٹے کی بھی عزت کریں۔ جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا جو کہ باپ کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ باپ کی عزت بھی نہیں کرتا"[18]۔

مولانا ثناء امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کس قدر واضح اور بے باک انداز اختیار کیا ہے اور نہایت مضبوط دلائل کے ساتھ مسیحؑ کے الٰہ ہونے کو ثابت کیا ہے۔ اسی ضمن میں وہ ان کی کتب سے مزید حوالے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"رسالہ "مسیح ابن اللہ" کے مصنف کا کہنا ہے کہ وہ پرانے اور نئے عہد نامے کی بعض آیات کو ایک جدول کی صورت میں باہم مقابلہ کر کے پیش کرتے ہیں تا کہ اسی نوعیت کی دیگر آیات کو سمجھنے کے لیے ایک نمونہ سامنے آجائے۔ اسی ضمن میں مولانا نے بھی اس جدول کو بیان کیا ہے[19]۔

مَاالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّارَسُولٌ قَدْخَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَايَأْكُلَانِ الطَّعَامَ انْظُرْكَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْأَنَّى يُؤْفَكُونَ[20]

"مسیح تو صرف اللہ کا رسول ہے اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ (نیک بندی) تھی۔ دونوں ماں بیٹا کھانا کھایا کرتے تھے دیکھو تو ہم کیسے دلائل بیان کریں پھر بھی یہ کیسے بہکے جارہے ہیں"۔

اس لفظ میں کہ "مسیح" تو صرف اللہ کا رسول ہے" تمثیل" کی طرف اشارہ ہے، یعنی جیسے دیگر رسول بھی ہیں جن کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں اور وہ صرف بندے اور پیغامبر ہیں، اسی طرح مسیحؑ بھی صرف ایک رسول ہیں، خدا نہیں۔ اس عبارت میں "اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے" استقرا کی طرف اشارہ ہے، لیکن جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والے تمام رسول صرف بندے ہی ہوتے ہیں اور ان کا مرتبہ بندگی سے آگے نہیں ہوتا، تو پھر مسیحؑ کا مقام اس سے مختلف کیسے ہو سکتا ہے؟

اور اس جملے میں "اس کی ماں خدا کی نیک بندی تھی اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے" میں ایک مضبوط دلیل کی طرف اشارہ ہے جسے "دلیل خلف" کہا جاتا ہے۔ یعنی جب اس کی ماں موجود تھی، جو خدا کی عبادت گزار بندی تھی، اور وہ دونوں کھانے کے محتاج تھے، تو ان مختلف پہلوؤں سے مسیحؑ کی بندگی ثابت ہوتی ہے۔ اولیہ کہ ان کی ماں نے انہیں جنم دیا۔ دوم یہ کہ ان کی ماں ایک خدا کی اطاعت گزار بندی تھی، اس لیے بیٹا بھی "الولد سرلابیه" کے مطابق خدا کا بندہ ہی ہو گا۔ سومیہ کہ وہ دونوں ماں بیٹا کھانے کے محتاج تھے، جیسے دیگر انسان ہوتے ہیں، اور یہ واضح ہے کہ جو کسی دوسرے کا محتاج ہو وہ مخلوق ہوتا ہے۔ اگر خدا بھی کھانے کا محتاج ہو تو پھر یہ لازم آتا ہے کہ طعام سمیت تمام اشیاء حادث ہیں، جن کی ایک ابتدا ہے، اور اس سے پہلے وہ موجود نہ تھیں۔ اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے بغیر خدا کا نظام کیسے چلتا ہو گا، جس سے (نعوذ باللہ) خدا کے حادث ہونے کا لازم آتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ چونکہ مخاطبین بھیبہ مانتے ہیں کہ جو چیز کھانے وغیرہ کی محتاج ہو وہ مخلوق ہوتی ہے، اس لیے اس پر مزید زور دینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس طرح قرآن مجید کے تینوں دلائل کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ کس خوبصورتی سے مختصر انداز میں ان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سوال کرتے ہیں کہ کیا عیسائی اب بھی قرآن کی بلاغت کے قائل نہیں ہوں گے؟

ان آیات سے یہ نتیجہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرقے کے وہ نظریات بھی رد ہو جاتے ہیں جو مسیحؑ اور ان کی والدہ دونوں کی عبادت کے قائل ہیں۔ "دلیلِ خلف" کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ اس میں کوئی کمی باقی نہیں رہتی۔ یہ قرآنی تفسیر نہایت عمدہ، مؤثر اور مضبوط ہے، جس سے ایک عام آدمی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے عیسائیوں نے اس کا کھلا انکار تو نہیں کیا، البتہ انہوں نے یار داس کے حوالے سے ایک عذر پیش کیا ہے، جیسا کہ "مفتاح الاسرار" میں بیان کیا گیا ہے۔

"مسیح بندہ بھی ہے، مالک بھی ہے، آدمی بھی ہے اور خدا بھی ہے۔ اسی سبب سے بعض آیتوں میں اس کی بشریت اور بعض میں الوہیت بیان ہوئی ہے"۔

"دعائے نیم "ص:45 پر لکھا ہے:

کیونکہ ایمان صحیح یہ ہے کہ ہم اعتقاد اور اقرار کریں کہ خداوند کا بیٹا ہمارا خداوند یسوع مسیح خدا اور انسان بھی ہے۔ خدا ہے باپ کی ماہیت سے، عالموں کے پیشتر مولود اور انسان ہے۔ اپنی ماں کی ماہیت سے عالم میں پیدا ہوا، کامل خدا اور کامل انسان نفس ناطقہ اور انسانی جسم کے ساتھ۔

ان بیانات میں اجتماعِ ضدین کا پہلو واضح طور پر نظر آتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ مسیحؑ بشریت اور الوہیت کا مرکب ہیں تو پھر وہ حادث قرار پائیں گے، کیونکہ ترکیب خود حدوث کو لازم کرتی ہے۔ اس صورت میں وہ خدا نہیں رہتے بلکہ ایک حادث مخلوق بن جاتے ہیں، جو اپنی ساخت اور وجود کے لیے کسی بنانے والے اور پیدا کرنے والے کی محتاج ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اگر مسیحؑ کو بھی خدا مانا جائے اور باقی دو اجزاء کو بھی خدا تسلیم کیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ تین خداؤں کا تصور ہے۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شرک کس چیز کا نام ہے؟ حالانکہ ایسے عقیدے کے قائل کو خود عیسائی بھی اپنے مذہب سے خارج سمجھتے ہیں۔ مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ لکھتے ہیں کہ عیسائی اس میں پیش بندی کے لئے ایک اور چال چلتے ہیں جس سے صریحاً تثلیث کی بیخ کنی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں :

> "شرک تو تب ہو جب مسیح روح القدس اور خدا کو مستقل خدا جانیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا باپ، خدا بیٹا اور خدا روح القدس کہنا یعنی ہر نام کے شروع میں لفظ ِ خدا کا استعمال کرنا، جبکہ کوئی ان تینوں میں سے بغیر دوسرے کے خدا نہیں ہو سکتا درست نہیں ہے۔ الوہیت کے اقانیمِ ثلاثہ کے ایسے استعمال سے عیسائیوں کو محتاط رہنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ نہیں کہ صرف بیٹا، روح القدس یا فقط باپ خدا ہے۔ ہم اکیلے باپ (خدا) کو بھی خدا نہیں کہتے"۔

آپ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہا نہیں اپنے مذہب میں تخالف یا تناقض کا کوئی خوف نہیں۔ پہلی عبارتیں عقیدہ اتھاناسیس اور پادری فنڈر کی عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ تینوں مستقل ہیں جس سے صاحب تشریح کو انکار ہے۔ خیر ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ آپس میں مخالف ہیں یا موافق۔ ہم اس پہلو پر بھی نظر کرتے ہیں بھلا جب خدا تین اجزاء سے مل کر مرکب ہوا تو حادث پھر کسکو کہتے ہیں؟ اس کا ترکیب دہندہ پھر کون ہے؟ ظاہر ہے کہ جو حادث ہو وہ کبھی فنا بھی ہو گا جس سے لازم آتا ہے کہ (نعوذ باللہ) خدا بھی ایک وقت پر نہ ہو۔ کیا پھر عجب نہیں کہ اپنے پرستاروں کو بدلہ دینے سے پہلے ہی چل دے جس سے ان کی حق تلفی کا الزام بھی اس پر عائد رہے گا اس خدا سے تو ہر وقت اندیشہ ہے کہ ہم سے بیگار ہی نہ لیتا ہو۔ دینے دلانے کا شاید اسے موقع ہی نہ ملے۔ اس کے علاوہ جب چل دیا تو اس وقت خدا کا قائم مقام کون ہو گا؟ اگر اس کا نائب ہی بڑا خدا ہو گا تو پھر ابتدا ہی سے اسی کو خدا کیوں نہ مان لیا جائے؟ اس درمیانی حیثیت یا نمائندے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟ اور اگر کوئی متعین نائب نہ ہو بلکہ جس کا زور چلے وہی غالب آ جائے، تو پھر دنیا میں انتشار اور تباہی کو کون روکے گا؟ واقعی یہ بات نہایت حقیقت پر مبنی ہے کہ

لَوْكَانَ فيهما آلِهَةٌ إِلَّااللَّهُ لَفَسَدَتَا-[21]

"اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتے تو وہ دونوں ضرور بگڑ جاتے"

مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ لکھتے ہیں کہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا وہ مسیح ہی تھا تو اس سے تثلیث کیسے ثابت ہوئی؟ غایت مافی الباب اس سے تو حلول ثابت ہوا جس کو آپ اور آپ کے پیر و مرشد پادری فنڈر مفتاح کے صفحہ 40 میں رد کرتے ہیں کہ پس اگر حلول بھی نہیں بلکہ عینیت ہے تو خدا کے کلام کی وہی "دلیل خلف" اس پہلو پر بھی وارد ہو گی، کیونکہ "كَانَايَأْكُلَانِ الطَّعَامَ" اس صورت میں بھی عیسائیوں کو کھانا پینا بھلا تا ہے۔ اس بلائے ناگہانی سے بچنے کی تدبیر عیسائیوں نے یہ کی ہے کہ مسیح کی عبودیت کے اقراری ہو کر صرف مسیح سے خدا کا ایک خاص تعلق بتایا ہے جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔

چنانچہ پادری فنڈر صاف مظہر ہے:

> "وہ ایک خاص تعلق ہے جس کی اہمیت اسرار الٰہی میں سے ہو کر عقل کی دریافت سے خارج اور معدوم الادراک کی قسم سے ہے۔"

مولانا ثناء اللہ امر تسریؒ فرماتے ہیں کہ مان لیا جائے کہ مسیحؑ کا خدا سے تعلق ایک ایسا تعلق ہے جس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں (مجہول الکیفیت)، لیکن اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ خدا ہیں؟ کیا خدا کا تعلق تمام مخلوق سے نہیں ہوتا؟ مزید یہ کہ عیسائی حضرات ایک اہم فرق کو نظر انداز کرتے ہیں: "دور از عقل" اور "خلافِ عقل" کا فرق۔ "دور از عقل" وہ بات ہوتی ہے جس کی حقیقت تک عقل پوری طرح نہیں پہنچ سکتی، جیسے خدا کے بعض کاموں کا انسان کا دیکھنا، سننا، ذائقہ چکھنا وغیرہ یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے نظام ہیں جن کی مکمل حقیقت عقل کے لیے حیران کن ہو سکتی ہے۔ لیکن "خلافِ عقل" وہ بات ہے جسے عقل تحقیق کے بعد غلط ثابت کر دے، اور پھر بھی اسے ماننے کا کہا جائے۔ مثال کے طور پر اگر قطعی دلائل سے ثابت ہو کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں، اور کوئی تعلیم اس کے خلاف ہمیں دو اور دو پانچ ماننے پر مجبور کرے، تو وہ تعلیم خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح مسیحؑ کی الوہیت کا عقیدہ "دور از عقل" نہیں بلکہ "خلافِ عقل" ہے، اس لیے اسے خدائی تعلیم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مزید یہ کہ اگر مسیحؑ، روح القدس اور خدا یہ تینوں الگ الگ معبود ہیں، تو یہ صریح شرک بنتا ہے، جسے کوئی بھی قبول نہیں کرتا، خود عیسائی بھی نہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ تینوں مل کر ایک خدا ہیں، تو اس میں ترکیب لازم آتی ہے، جس سے خدا کے حادث (یعنی پیدا شدہ) ہونے کا اشکال پیدا ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ مسیحؑ ہی وہی خدا ہیں جو کائنات کے مالک ہیں، تو پھر ان کی بشریت (انسان ہونا) اور الوہیت (خدا ہونا) کا جمع ہونا ایک ایسا مرکب بناتا ہے جو حدوث (پیدا ہونے) کو لازم کر دیتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ خدا اور مسیحؑ کا تعلق ایسا ہے جیسے برتن میں پانی (یعنی حلول)، تو یہ نظریہ بھی خود عیسائیوں کے نزدیک درست نہیں[22]۔

البتہ اگر یہ کہا جائے کہ مسیحؑ کا خدا سے ایک خاص تعلق ہے جو عام انسانوں سے بڑھ کر ہے، تو اس سے کسی کو انکار نہیں۔ یقیناً اللہ اپنے نیک بندوں پر خاص فضل اور عنایت فرماتا ہے، جو عام لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی۔ خود رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ-[23]

"اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ-[24]

"اور وہی نیکوں کا یار و مددگار بنتا ہے"

اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے، وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے، اور نیک لوگوں کا ہمیشہ سرپرست رہتا ہے۔ لیکن اس بات سے حضرت مسیح کی الوہیت کیسے ثابت ہوتی ہے؟ کسی پر خاص عنایت ہونا الوہیت کی دلیل نہیں بن سکتا، ورنہ اللہ کے بہت سے نیک بندوں کو خدا ماننا پڑے گا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ اور مسیح کے درمیان کوئی ایسا خاص تعلق ہے جسے ہم نہ جانتے ہیں اور نہ جان سکتے ہیں، جیسا کہ "مفتاح الاسرار"[25] کی عبارت سے واضح ہے تو پھر جب ہم اس تعلق کی حقیقت ہی سے ناواقف ہیں تو اسے الوہیت کی دلیل کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ نیک بندوں کا اللہ سے جو تعلق ہوتا ہے، وہی یہاں بھی ہوگا، اس سے بڑھ کر کوئی ایسی بات نہیں جس سے الوہیت ثابت ہو۔ کیونکہ الوہیت کا دعویٰ بذاتِ خود محال ہے، اس لیے کسی نامعلوم تعلق کو بھی ایسا نہیں مانا جاسکتا جو الوہیت کو ثابت کرے، ورنہ وہ تعلق بھی محال قرار پائے گا، کیونکہ جو چیز محال کو لازم کرے وہ خود بھی محال ہوتی ہے۔

بعض عیسائی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان خالص توحید کے دعوے دار ہیں، حالانکہ وہ خود بھی وحدت میں کثرت کے قائل ہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات جیسے علم، قدرت، تخلیق اور حیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ بھی ایک طرح کی کثرت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حقیقی وحدت تو تب ہوگی جب اللہ کی ذات کو ہر قسم کی صفات سے خالی مانا جائے۔ اس اعتراض کا جواب مولانا نے دو طریقوں سے دیا ہے۔ (1) الزامی، (2) تحقیقی۔

پہلا (الزامی جواب)

اگر یہ مان لیا جائے کہ صفات کے ماننے سے کثرت لازم آتی ہے، تو پھر عیسائیوں کے عقیدے میں خدا صرف تین (تثلیث) نہیں رہے گا بلکہ صفات کے اعتبار سے کئی خدا ماننے پڑیں گے، کیونکہ وہ بھی خدا کی صفات کے قائل ہیں۔ پھر سوال یہ ہے کہ وہ تین پر ہی کیوں رکتے ہیں؟ اگر اس سے آگے بڑھنے میں کوئی خرابی ہے تو وہ واضح کریں کہ ایسی کون سی چیز ہے جو صفات کی کثرت کے باوجود خدا کی ذات میں تعدد کو روکتی ہے؟ اس کا جو جواب عیسائی دیں گے، وہی جواب مسلمانوں کا بھی ہوگا۔

دوسرا (تحقیقی جواب)

حقیقت یہ ہے کہ صفات کی کثرت سے ذات کی کثرت لازم نہیں آتی۔ مثال کے طور پر ایک شخص (جیسے زید) کئی ہنر جانتا ہو مثلاً سوت کاتنا، کپڑا بننا، سلائی کرنا اور رنگنا تو کیا ان مختلف کاموں کی وجہ سے وہ ایک کے بجائے چار افراد بن جائے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ وہ ایک ہی شخص رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات متعدد ضرور ہیں، مگر اس سے ذات میں کوئی تعدد پیدا نہیں ہوتا۔ یہ صرف اعتباری فرق ہوتا ہے: ایک لحاظ سے وہ علیم ہے، دوسرے لحاظ سے قدیر ہے، لیکن ذات ایک ہی ہے۔ لہٰذا صفات کی بنا پر خدا کی ذات میں حقیقی تعدد ماننا درست نہیں، بلکہ یہ محض فہم کی غلطی ہے، حقیقت میں ذاتِ الٰہی ایک ہی ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید واضح اور صریح الفاظ میں تثلیث اور حضرت مسیح کی الوہیت کی تردید کرتا ہے۔ اس صورت میں مسلمانوں پر یہ الزام کیسے درست ہو سکتا ہے کہ وہ تورات اور انجیل کو مانتے ہیں، جبکہ خود عیسائی حضرات مسیح کی الوہیت کے انکار کو تورات و انجیل کا انکار قرار دیتے ہیں۔[26] حالانکہ مسلمان اور ان کی آسمانی کتاب قرآن دونوں ہی الوہیتِ مسیح کی نفی کرتے ہیں۔ تو پھر وہ ان کتابوں کو جن میں عیسائیوں کے مطابق الوہیتِ مسیح ثابت ہوتی ہے یا سمجھی جاتی ہے۔ کیسے اسی معنی میں تسلیم کر سکتے ہیں؟

اس پوری بحث سے نہ صرف حضرت مسیح کی الوہیت کا بطلان واضح ہوتا ہے بلکہ ان کتابوں یعنی تورات اور انجیل کا وہ اعتبار بھی باقی نہیں رہتا جن میں الوہیتِ مسیح کا عقیدہ بیان کیا جاتا ہے، لہٰذا وہ کلامِ الٰہی ہونے کے درجے میں اسی صورت میں قابلِ قبول نہیں رہتیں۔ چنانچہ تثلیث کے قائل عیسائیوں کے لیے لازم ہے کہ یا تو وہ الوہیتِ مسیح اور تثلیث کے عقیدے سے رجوع کریں، یا پھر ان مقامات کی ایسی تاویل کریں جیسے بعض عیسائی (مثلاً یونیٹیرین) کرتے ہیں، جو عیسائی کہلانے کے باوجود حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے قائل نہیں ہیں اگرچہ عام عیسائی انہیں قبول نہیں کرتے۔ اور اگر ان عبارات کی معقول تاویل ممکن نہ ہو تو ایسے پیچیدہ مباحث میں الجھنے کے بجائے ایک واضح اور سیدھی تعلیم کو اختیار کرنا زیادہ مناسب ہے، جس میں کوئی ابہام نہ ہو۔ جیسا کہ قران میں ارشاد ہے

قُل هو اللَّه أَحد اللَّه الصَّمدَ لَم يلدْ ولَمْ يولَدْ ولَم يكُن لَه كُفُواأَحد[27]

"خدا ایک ہے۔ خدا سب سے بے نیاز ہے نہ کسی کو اس نے جنا نہ اس کو کسی نے جنا نہ اس کا کوئی ہم قوم ہے"

لَيْس كَمثْله شَيء وهو السَّميعُ الْبَصير[28]

"نہ اس جیسا کوئی ہے اور وہ سنتا اور دیکھتا ہے"۔

قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کے لیے لفظ 'کلمہ' کا مفہوم: تفسیر ثنائی کی روشنی میں

حضرت عیسیٰؑ کے لیے قرآنِ مجید میں استعمال ہونے والے لفظ 'کلمہ' سے بعض عیسائی ان کی الوہیت پر استدلال کرتے ہیں، مگر تفسیرِ ثنائی میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ "کلمة منه" کا مطلب اللہ کا حکم اور فرمان لیتے ہیں۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے متعلق ساری بحث کا اصل مقصد ان کی بندگی (عبودیت) کو ثابت کرنا اور الوہیت کی نفی کرنا ہے۔ جبکہ عیسائی "كلمة منه" کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ ذاتِ الٰہی کا حصہ قرار دیتے ہیں[29]۔

قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کے لیے لفظ 'روح' کا مفہوم: تفسیرِ ثنائی کی روشنی میں

قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰؑ کے لیے استعمال ہونے والے لفظ 'روح' سے نصاریٰ ان کی الوہیت پر استدلال کرتے ہیں، مگر تفسیرِ ثنائی میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ سورۂ انبیاء کی آیت وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا[30] کی تفسیر میں لفظ 'روح' کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں :

> "عیسائی لوگ اس آیت اور اس قسم کی اور آیات سے عموماً دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام (معاذ اللہ) خدا تھا۔ کیونکہ اس کو روح اللہ کہا گیا ہے۔ مگر وہ قرآن شریف کے محاورے کو غور سے نہیں دیکھتے کہ اس قسم کی اضافات سے مطلب کیا ہوتا ہے۔ سورہ السجدہ میں عام انسانوں کے لیے بھی یہی اضافت روح کی اللہ کی طرف آئی ہے۔"

قران میں ارشاد ہے:

وبدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ من طِينٍ ثُمَّ جعَلَ نَسْلَه من سُلَالَةٍ من مَاءٍ مَهِينٍ ثُمَّ سَوَّاه ونَفَخَ فيه من رُوحه[31]

"اللہ تعالی نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا پھر اس کے سلسلہ کو نطفہ سے جاری کیا پھر اس کو درست اندام بنایا پھر اس میں اپنی روح پھونکی"۔

اس مقام پر عام انسانی پیدائش کے آغاز اور اس کے نظام کا ذکر ہے۔ لہٰذا اگر اسآیت سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت ثابت کی جائے تو اسی نوعیت کی دیگر آیات سے تمام انسانوں کی الوہیت بھی لازم آئے گی۔ پھر اگر اس معنی میں حضرت عیسیٰؑ کو بھی ویسا ہی 'الٰہ' مانا جائے جیسے باقی انسان ہیں، تو ایسی بات محلِّ بحث ہی نہیں رہتی۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں مولانا کے نزدیک 'روح' سے مراد وحیِ الٰہی ہے[32]۔ حضرت عیسیٰؑ کے لیے استعمال ہونے والے لفظ 'کلمہ' سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ 'اللہ کا حکم' مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کا جو بیان آیا ہے، اس کا اصل مقصد ان کی عبودیت کو ثابت کرنا اور الوہیت کی نفی کرنا ہے۔ رہا یہ سوال کہ 'روح' کا حضرت عیسیٰؑ کے لیے بطور لقب کیا مفہوم ہے، تو مولانا کے مطابق اسے سمجھنے کے لیے قرآن کے اسلوب اور محاورے پر غور کرنا ضروری ہے۔ اگر عیسائی لفظ 'روح' سے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت پر استدلال کرتے ہیں اور اس ضمن میں قرآنی آیات پیش کرتے ہیں، تو یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ 'روح' کا لفظ دیگر انسانوں کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ اس صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان سب کی الوہیت بھی تسلیم کی جائے گی۔

خلاصہ بحث

عیسائیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبے کے حوالے سے الوہیت، تثلیث اور ابنیت جیسے عقائد بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، جبکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول، کلمۃ اللہ اور اس کے بندے ہیں۔ تفسیر ثنائی میں ان آیات کی تشریح کا جائزہ لیا گیا ہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت،

رسالت، معجزات اور ان کی ولادت کے غیر معمولی واقعے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مفسر ثنائی نے قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے تصور کی کس طرح تردید کی ہے اور توحید کے بنیادی عقیدے کو کس انداز میں مدلل کیا ہے۔ اس ضمن میں تثلیث کے عقیدے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش، ان کے معجزات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی نسبت سے متعلق قرآنی استدلال کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے۔ تحقیق میں تفسیری اسلوب، علمی دلائل اور تقابلی مباحث کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے تاکہ موضوع کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا جا سکے۔ اس مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت و فضیلت ان کی نبوت و رسالت میں ہے، نہ کہ الوہیت میں، اور قرآن مجید کا بنیادی پیغام اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بندگی و رسالت پر ایمان ہے۔

نتائج بحث

۱۔ تفسیر ثنائی میں عقیدۂ توحید کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مفسر نے قرآنی آیات کی روشنی میں واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے اور الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

۲۔ تفسیر ثنائی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید کے لیے ان کی بشریت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام انسانی ضروریات رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ بندے تھے، اس لیے انہیں خدا یا خدا کا شریک قرار دینا درست نہیں۔

۳۔ تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ مفسر ثنائی نے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں عیسائی عقیدۂ تثلیث کی تردید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اور اس کی ذات میں کسی قسم کی تقسیم یا شراکت کا تصور اسلامی عقیدۂ توحید کے منافی ہے۔

۴۔ تفسیر ثنائی کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ کے پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی نشانی ہے۔ یہ واقعہ آپ کی الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قدرت اور ارادے کا مظہر ہے۔

۵۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر ہونے والے معجزات اللہ تعالیٰ کے اذن اور قدرت سے وقوع پذیر ہوئے۔ ان معجزات کو آپ کی الوہیت کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا، بلکہ یہ آپ کی نبوت، رسالت اور اللہ تعالیٰ کی تائید کا ثبوت ہیں۔

۶۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کی تردید میں قرآنی استدلال بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے واضح دلائل کے ذریعے توحید کا اثبات کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی مقامِ نبوت و رسالت کو نمایاں کیا ہے۔

---

[1] ۔ اٰلِ عمرٰن:3/7، الحرستانی، محمد بن جریر الطبری، **تفسیر طبری، جامع البیان عن تاویل آیات القرآن**، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، 2014ء:3/177

[2] ۔ اٰلِ عمرٰن:3/5

[3] ۔ امرتسری، مولانا ثناء اللہ، **تفسیر ثنائی**، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور، دسمبر 2002ء،:1/180

[4] ۔ **تفسیر ثنائی**:1/235

[5] ۔ **دعاء عمیم** :24، مطبوعہ افتخار دہلی، 1889

[6] ۔ **مفتاح الاسرار طبع پنجم**، ص45

[7] ۔ **مفتاح الاسرار طبع پنجم**:ص:49

[8] ۔ **یوحنا**:8/23

[9] ۔ **ایضاً**:8/5

[10] ۔ **متی**:11/28

[11] ۔ **متی**:38/18

[12] ۔ **یوحنا**:5/29،23،21،19،18

[13] ۔ **متی**:18/02

[14] ۔ **متی**:28/20

[15] ۔ **متی**:11/30

[16] ۔ **یوحنا**:11/25

[17] ۔ ایضاً:14/9-11

[18] ۔ **یوحنا**:5/25

[19] ۔ **تفسیر ثنائی**:1/239

[20] ۔ المائدہ:5/75

[21] ۔ **الانبیاء**:21/22

[22] ۔ **مفتاح الاسرار**، ص:20

[23] ۔البقرۃ:2/257

[24] ۔ الاعراف:7/196

[25] ۔ **مفتاح الاسرار**، ص:20

[26] ۔ **مفتاح الاسرار**، ص:35

[27] ۔ الاخلاص:112/4-1

[28] ۔ الشوریٰ:42/11

[29] ۔ **تفسیر ثنائی**:1/197

[30] ۔ الانبیاء:21/91

[31] ۔ الم السجدۃ:32/7-9

[32] ۔ امرتسری، مولانا ثناءاللہ، **تفسیر ثنائی**، مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور، دسمبر2002ء، 2/300